فقہ حنفی اور فقہ جعفری کے مناہجِ اجتہاد: ایک مطالعہ

(Methodology of *Ijtihād: A Study of Ḥanafī* and *Jaʻfarī Schools*)

*سید معظم رضا

**ڈاکٹر محمد نواز حسنی

Abstract

Companions of the Prophet of Islam who endowed with *Ijtihād* abilities guided the Muslim community in *Sharīʻah* related issues. After the companions, different Muslim Jurists presented solutions to the problems of their times. This article studies the methodologies of *Ijtihād* in *Ḥanafī* and *Jaʻfarī* schools of law. It finds that to all jurists, Quran and *Sunnah* are the main sources of law. Jurists of both the schools are also in agreement regarding *Ijmāʻ*. However, according to the *Ḥanafīs*, the fourth source is *Qiyās* and to the *Jaʻfarīs ʻql. Qiyās* and *ʻql* are basically the same things. Thus the study shows that, in spite of some differences, both the schools are very close to each other in terms of methodology of *Ijtihād*. It also makes it clear that Islam is not a static religion; Muslim Jurists having the qualification of *Ijtihād* can solve the *Sharīʻah* related problems of Muslim community in any all the eras and circumstances.

Key Words: *Ijtihād*, jurisprudence, *Ḥanafī*, *Jaʻfarī*, methodology

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد زمانے کے لحاظ سے اجتہادی صلاحیتوں سے مالا مال حضراتِ صحابہ کرام نے مختلف مسائل کے حوالے سے امت کی راہنمائی کی۔ صحابہ کرام کے بعد ان کے خوشہ چین مجتہد ائمۂ کرام نے زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپنی اجتہادی بصیرت سے مسائل کے حل پیش کیے۔ان ائمۂ فقہ میں سنی مذاہبِ فقہ کے

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف لاہور، لاہور

** پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف لاہور، لاہور

مشہور ائمۂ اربعہ کے علاوہ اہلِ تشیع کی فقہِ جعفری کے ائمہ بھی شامل ہیں۔ اس مضمون میں فقہ حنفی اور فقہ جعفری کے مناہجِ اجتہاد کا مطالعہ پیشِ نظر ہے۔

احناف کا منہجِ اجتہاد

امام ابو حنیفہ نے اپنے اجتہادی اصول و قواعد میں وسعت اور جامعیت کو پیشِ نظر رکھا اور فقہ کا مفہوم دوسرے ائمہ کرام کے پیش کردہ مفاہیم کی نسبت زیادہ وسیع پیش فرمایا۔ دیگر ائمہ نے صرف فرعیہ شرعیہ کو ہی فقہ کی تعریف میں شامل کیا، جب کہ امام ابو حنیفہ نے معرفۃ النفس مالہا وماعلیہا پر اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی۔ اس لیے دیگر ائمہ کے اصول، انسان کے ظاہری افعال اور ان کے احکام کو محیط ہیں، جب کہ امام صاحب کے اصول انسان کے نفسیاتی امور و احوال کو بھی شامل ہیں۔[2] احناف کی جامعیت اور وسعت کی مثال احکام کی اقسام ہیں: جمہور کے نزدیک احکام کی پانچ اقسام ہیں: واجب، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام جب کہ احناف نے وسعت کے ساتھ سات اقسام، فرض، واجب، مندوب، مباح، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور حرام بیان کی ہیں۔

احناف کے علاوہ دیگر ائمہ فقہا نے اباحتِ شرعیہ کے حکم کو تسلیم نہیں کیا جبکہ امام ابو حنیفہ نے اباحت اصلیہ اور اباحت شرعیہ کا فرق الگ الگ واضح فرمایا ہے۔ اسی طرح دیگر ائمہ کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق نہیں مگر امام حنیفہ نے اس میں فرق کو واضح کرکے واجب کو علیحدہ حکم قرار دیا ہے۔[3] امام ابو حنیفہ کی تعریف اعتقادی امور کو بھی شامل ہے جب کہ دیگر ائمہ کی تعریف سے یہ خارج ہے۔ اسی طرح دیگر ائمہ کے اصولوں کا تعلق عام طور پر عبادات و معاملات اور مناکحات وغیرہ سے ہے، جب کہ امام ابو حنیفہ کے اصولوں کا تعلق مذکورہ امور کی طرح سیاست مدنیہ اور احکام سلطانیہ بلکہ اس سے بڑھ کر بین الاقوامی امور سے متعلق بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت خواہ کسی بھی فقہی مسلک سے متعلق رہی ہو مگر احکام سلطانیہ اور سیاسی امور میں ہر اسلامی حکومت نے فقہ حنفی ہی کو اپنایا ہے۔[4] اس کے علاوہ معاشرتی زندگی میں رسم و رواج، ضرورت اور حاجت، عام انسانوں کی سہولت اور اجتماعیت کو فقہ حنفی میں خصوصی اہمیت حاصل ہے، بلکہ یہ امور اصول و قواعد میں شامل ہیں چنانچہ استحسان کی بنیاد انہی امور پر ہے۔ اسی لیے عرف اور تعامل الناس کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، اور ہر مسلمان کے قول و فعل کو قانوناً ایک حد تک تحفظ دیا گیا ہے۔[5]

---

[2] عبید اللہ بن مسعود، التوضیح التلویح (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء)، 28۔

[3] ابن مسعود، التوضیح التلویح، 28۔

[4] ابن عابدین شامی، رد المختار، 1: 39۔

[5] امام ابو زہرۃ، امام ابو حنیفہ (بیروت: دار الفکر العربی، س ن)۔

اجتہاد کے بارے ائمہ احناف کے بیان کردہ تعریفوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی طرح دیگر ائمہ احناف نے بھی اجتہاد میں میں وسعت اور یسر کا پہلو پیش نظر رکھا ہے۔ مثلاً امام ابو بکر الجصاص نے اجتہاد کی تعریف اس طرح کی ہے: **بذل المجهود فيما يقصده المجتهد ويتمراه۔** [6] " مجتہد کا اپنے مقصود کے حصول کے لئے مقدور بھر کوشش کرنا۔" امام نسفی کے نزدیک اجتہاد کی تعریف ہے: **بذل السع والطاقة فی طلب الحکم الشرعی بطریقة۔** [7] "حکم شرعی کے حصول میں اس کے مقررہ طرق پر چل کر مقدور بھر کوشش کرنا۔"

ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے ہاں وسعت کا پہلو نمایاں ہے۔ حنفی اصول کے تحت حلال و حرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے باقی احکام میں حتی الامکان عوام کی موافقت، سہولت اور ان کی اجتماعیت کو ترجیح دی جائے گی۔ [8] بلکہ عامۃ الناس کے معاملات کو اس وقت تک درست قرار دیا جائے گا، جب تک ممانعت پر کوئی شرعی دلیل نہ پائی جائے۔ [9] اسی خصوصیت کی بنا پر ائمہ اسلاف کی متفقہ رائے ہے کہ عوام کے لئے رفق و شفقت ہی ابو حنیفہ کی فقہ ہے۔ [10] امام شعرانی شافعی ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ عوام الناس کو امام ابو حنیفہ کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے، کیونکہ انھوں نے مسلمانوں کے لئے وسیع گنجایش پیدا کی ہے۔ [11]

امام ابو حنیفہ کے ہاں اجتہادی اصولوں میں عوام کی ضرورت اور ان کے تعامل کو پیش نظر رکھنے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے مختلف اطراف سے تعلق رکھنے والے اپنے تلامذہ کی بڑی تعداد کو اپنی مجلس میں حاضری کا پابند کر رکھا تھا تاکہ مختلف علاقوں کے عرف و تعامل سے آگاہی ہوسکے۔ ایک تاجر کی حیثیت سے مختلف ملکوں اور علاقوں کا دورہ کرتے رہنے کی بنا پر امام ابو حنیفہ خود بھی مختلف علاقوں کے عرف اور تعامل الناس کے ماہر تھے۔ اُن کے مجلس میں قواعد کے تحت جب استخراج اور استنباط کے لئے بحث ہوتی تو امام صاحب تامل الناس کی بناء پر جب کوئی استحسانی فیصلہ فرماتے تو تلامذہ کی بحث ختم ہو جاتی۔ [12]

---

[6] ابو بکر الجصاص، الفصول فی الاصول (کویت: وزارۃ الاوقاف، 1414ھ)۔2: 11۔

[7] ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی، کشف الاسرار شرح المنار (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1986ء)،2: 301۔

[8] امام احمد رضا بریلوی، فتاویٰ رضویہ (لاہور: ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا، 1982ء)،2: 152۔

[9] کرخی، تاسیس النظر، 27۔

[10] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد (بیروت: دار الکتاب العربی، ب ت)، 3: 339۔

[11] عبدالوہاب شعرانی، المیزان الکبریٰ (القاہرۃ: مطبعۃ حجازی، 1936ء)، 163۔

[12] ابو زہرۃ، تاریخ المذاہب الفقھیہ، 138۔

احناف کے منہج اجتہاد میں استنباطِ احکام کی ترتیب

امام ابو حنیفہ کے نزدیک دلیل اول کتاب اللہ تھی، دلیل ثانی سنت رسول اور دلیل ثالث اجماع صحابہ اور اختلاف صحابہ کی صورت میں ان کے دائرہ اقوال میں رہتے ہوئے کسی ایک قول سے تمسک، جو ان کے نزدیک کتاب و سنت سے استنباط میں مطابقت رکھتا ہو اور قیاس سے مربوط ہو۔ یوں احناف کے منہج اجتہاد میں استنباطِ احکام کی ترتیب میں سب سے پہلا ماخذ قرآن مجید ہے۔ امام ابو حنیفہ اصول اجتہاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر وہاں مسئلہ کا کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر سنت رسول کی طرف رخ کرتا ہوں۔ اگر ان دونوں مصادر میں بھی حکم نہ ملے تو پھر اقوالِ صحابہ تلاش کرتا ہوں۔ جس صحابی کا جو قول حسبِ موقع ملتا ہے، اسے لے لیتا ہوں۔ نہیں ہوتا تو چھوڑ دیتا ہوں۔ اقوالِ صحابہ کے دائرے سے باہر قدم نہیں نکالتا۔ لیکن جب معاملہ صحابہ سے نکل کر ابراہیم، شعبی، ابن سیرین عطاء اور سعید بن مسیب تک پہنچ جاتا ہے، تو پھر بات یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اجتہاد کرتے تھے اور میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔[13]

احناف کے نزدیک قرآن مجید کے بعد استنباطِ احکام کے لیے دوسرا ماخذ سنت ہے۔ لغت میں سنت اس راستے یا طریقے کو کہتے ہیں جس پر لوگ چلنے کے عادی ہوں اور مداومت اور پابندی کے ساتھ اس پر چلتے ہوں اور ان کا کوئی فعل اس کے تقاضے کے مطابق بار بار کیا جاتا ہو۔ فقہا کی اصطلاح میں سنت سے رسول اللہ کے تمام اقوال و افعال اور صحابہ کرام کے وہ اقوال و افعال مراد ہیں جن سے آپ نے سکوت فرما کر قائم و برقرار رکھا۔ صحابہ کرام کے اقوال و افعال بھی اس بنیاد پر سنت میں داخل ہیں کہ ان کے پاس اس کے لئے رسول اللہ کی قولی یا فعلی سنت موجود ہو گی۔ احناف کے نزدیک ماہیت کے اعتبار سے سنت کی تین قسمیں ہیں: سنت قولیہ، سنت فعلیہ، سنت تقریریہ۔ ملاجیون نے اپنی کتاب نورالانوار میں سنت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: **السنة تطلق على قول الرسول وفعله و سكوته وعلى أقوال الصحابة۔**[14] "سنت کا اطلاق رسول اللہ کے قول و فعل پر آپ کے سکوت اور صحابہ ا کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے۔"

احناف کے نزدیک اجتہاد کی اقسام

احناف نے عام طور پر اجتہاد کو تین اقسام میں بیان کیا ہے: اجتہادِ توضیحی، اجتہادِ استنباطی، اجتہادِ استصلاحی۔ اجتہاد توضیحی کو اجتہاد بیانی بھی کہتے ہیں۔ اجتہاد توضیحی میں مجتہد کو حکم شارع کی وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ دلیل سے حکم کا ثبوت کس طرح ہوا ہے۔ مثلاً یہ کہ لفظ عام ہے یا خاص، مشترک ہے یا مقید، نص ہے یا مشکل وغیرہ۔ اصول فقہ

---

[13] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 13: 388۔

[14] شیخ احمد بن ابو سعید بن عبیداللہ ملاجیون، نورالانوار (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۶۷ء)، 184۔

میں الفاظ و معانی کی بحث میں اس قسم کے قواعد مفصل مذکور ہیں۔ اجتہادِ استنباطی میں مجتہد کو ایسے مسئلے میں جس کا واضح حکم شریعت میں مذکور نہیں ہوتا، اسی کے مشابہ مسئلے میں مشترک علت کی بنا پر حکم لگانا ہوتا ہے، جیسے سارق کا حکم قرآن میں مذکور ہے، مگر نباش (کفن چور) کا حکم شریعت میں مذکور نہیں۔ اس مسئلے میں مجتہد کو قیاس، استنباط استحسان اور استدلال وغیرہ جیسے مآخذ شریعت استعمال کرنے پڑتے ہیں، کہ آیا سارق کا حکم نباش پر جاری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی یہ کہ حد سارق کی علت کیا کفن چوری کے عمل میں پائی جاتی ہے؟ اور اجتہادِ استصلاحی، اجتہادِ استنباطی جیسا ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہاں غیر منصوص میں حکم مصلحتِ معتبرہ کی بنا پر لگایا جاتا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اجتہادِ استنباطی اور اجتہادِ استصلاحی میں فرق صرف اس قدر ہے کہ اجتہادِ استنباطی میں کوئی متعین نظیر پہلے سے موجود ہوتی ہے اور اجتہادِ استصلاحی میں یہ نظیر متعین شکل میں نہیں ہوتی، بلکہ عمومی شکل کے اصول و قوانین پر اس کی بنیاد ہوتی ہے۔[15]

احناف کے نزدیک تجزء الاجتہاد

مجتہد کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام مسائل کا جواب دے۔ اصولیین کے نزدیک یہ ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد کسی خاص باب میں مجتہد ہو اور دوسرے ابواب میں مجتہد نہ ہو جیسے امام مالک سے چالیس مسائل کے متعلق پوچھا گیا تو اس میں سے انھوں نے 36 مسائل کے جواب میں لاادری کہا۔[16] امام شافعی نے کتنے مسائل میں توقف کیا ہے۔ بعض ائمہ کرام نے یہ کہا ہے کہ اجتہاد ایک مسئلے کا نام ہے اس لئے اس میں تجزی نہیں ہو سکتی، جب کہ امام غزالی، ابن الہمام، رازی اور متاخرین شیعہ نے تجزء الاجتہاد کے امکان اور اس کے وقوع کا قول اختیار کیا ہے۔[17] صاحبِ کفایۃ کے نزدیک کسی مسئلے کے استنباط پر قدرت حاصل کرنا علم کی سہولت کے لیے بعض دفعہ لازمی ہوتا ہے اس لئے اجتہاد میں تجزی لازم ہے۔ یعنی بعض اجتہادی مسائل میں تجزی کے بغیر اجتہاد کا حصول ناممکن ہوتا ہے اسی طرح اگر تجزء الاجتہاد ناجائز ہو تو مجتہد کے لئے تمام احکام سے واقف ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ایسا ممکن نہیں۔

---

15 معروف الدوالیبی، المدخل الی اصول الفقہ (شام: المطبعۃ الجامعۃ السعودیہ، ب ت)، 375-379؛ مفتی عبدالباسط، جدید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات (لاہور: شیخ زاید اسلامک سینٹر، س ن)، 11، 12۔

16 محمد بن علی شوکانی، ارشاد الفحول (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، 3: 843۔

17 التحریر والتیسیر، 4: 182؛ سید محسن الطباطبائی، مستمسک العروۃ الوثقی (بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1391ء)، 1: 45۔

فقہِ جعفریہ کا منہج اجتہاد

فقہ جعفریہ کے ہاں حکم شرعی کے حصول میں اس کے مقررہ طرق پر چل کر مقدور بھر کوشش کرنا اجتہاد ہے۔ علامہ الحلی اور الحامی نے اجتہاد کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے: **استفراغ الوسع فی تحصیل الظن بالحکم الشرعی۔**[18] "حکم شرعی کے ساتھ ظن کے حصول میں کوشش کرنا اجتہاد ہے۔" الحضری نے اجتہاد کی تعریف اس طرح کی ہے: **بذل الفقیہ وسعہ فی طلب العلم بالاحکام الشرعیہ**[19] "احکامِ شریعہ کے ساتھ علم کی طلب میں فقیہ کا کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔" قمی الخوئی اور الشیخ محمد بہائی نے اجتہاد کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے: **ملکة تحصیل الحجج علی الاحکام الشرعیة اوالوظائف العلمیة، شرعیة او عقلیة۔**[20] "احکام شریعہ کے دلائل کے حصول کا ملکہ اجتہاد کہلاتا ہے۔" اجتہاد کی تعریف میں بعض قیودات اور اضافات میں کسی قدر اختلاف اور بعض امور میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ مثلاً شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے حتی الوسع کوشش کرنا جس کا مقصد احکامِ شرعیہ تک پہنچنا ہو۔ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

فقہ جعفریہ کے منہج اجتہاد میں استنباطِ احکام کی ترتیب

فقہ جعفریہ میں استنباط احکام کے مصادر تشریع چار ہیں: قرآن مجید، سنت، اجماع، عقل۔[21] یوں احناف کی طرح فقہ جعفری میں بھی استنباط احکام کی ترتیب میں قرآن مجید کو بنیادی اور اولین ماخذِ فقہ کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی مسئلے کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ائمہ جعفریہ بھی قرآن مجید کے بعد سنت کو دوسرا بڑا ماخذ فقہ قرار دیتے ہیں، بلکہ قرآن مجید اور سنت دونوں اس لحاظ سے ایک ہی چیز ہیں کہ ان دونوں کا انتساب شارع اول یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔[22] احناف کے نزدیک چوتھا ماخذ قیاس ہے جبکہ فقہِ جعفری میں قیاس کی جگہ عقل کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ امام جعفر صادق کا قول ہے کہ ہر چیز قرآن مجید اور سنت کی طرف لوٹائی جائے گی، اور ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے موافق نہ ہو لایعنی ہے۔[23] امام جعفر صادق نے کتاب اللہ کے علاوہ سنتِ رسول کی مخالفت کرنے والے کے بارے میں کہا

---

18 الحلی، تہذیب الوصول الی علم الاصول (لندن: مشورات موسسۃ الامام العلی، 2001ء)، 383۔

19 الحضری، اصول الفقہ (بیروت، دارالفکر، 2001ء)، 2: 231۔

20 محمد بن حسین العاملی بہائی، زبدۃ الاصول (قم: نشر مدرسۃ ولی العصر العلمیۃ، 1423ھ)، 159؛ السید ابوالقاسم الموسوی الخوئی، مصباح الاصول (قم: نشر مکتبۃ الداوری، 1417ء)، 3: 434۔

21 تقی الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن (قم: المجمع العالمی للتقریب بین المذاہب الاسلامیہ، 2010ء)، 1: 125۔

22 الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن، 1: 153۔

23 اصول الکافی، 1: 55۔

ہے کہ اس نے کفر کیا۔[24] شیعہ علما کہتے ہیں کہ سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کا قول، فعل یا تقریر ہے، لیکن چونکہ شیعہ فقہا کے نزدیک امام معصوم کا قول لوگوں پر حجت اور واجب الاتباع ہونے میں نبی اکرم کے قول کی مانند ہی ہے، اس لئے شیعہ فقہا نے سنت کی اصطلاح کو وسعت دے دی ہے۔ یوں شیعہ فقہا کے نزدیک سنت کی تعریف میں امام معصوم کا قول، فعل اور تقریر بھی شامل ہے۔ الشیخ المظفر سنت کی حجیت کے بارے میں لکھتے ہیں: **حیث المعتبر مایصدر منهم سنة ویجزی علیه احکامها الخاصة من حیث الحجیة وربما وافقه بعضهم علی ذلك بینما وسعها الشیعة الی مایصدر عن آئمتهم فهی عندهم کل یامصدر عن المعصوم قولاً وفعلاً وتقریراً۔**[25] اہل تشیع کے نزدیک سنت کو حسب ذیل تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: سنتِ قولی، سنت فعلی، سنتِ تقریری۔[26]

فقہ جعفریہ میں اجتہاد کی تقسیم

فقہ جعفریہ میں اجتہاد کی درج ذیل تقسیم کی گئی ہے: الاجتہاد البیانی، الاجتہاد القیاسی، الاجتہاد الاستصلاحی۔ استاد محمد تقی الحکیم نے اجتہاد کو تین اقسام میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ اصول العامۃ میں اس تقسیم پر اعتراض کیا ہے۔ان کے نزیک یہ تقسیم منطقی تقسیم کی شرائط کے عدم استیعاب کی وجہ سے جامع نہیں ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک اجتہاد کے طریقوں کے انیس باب ہیں لیکن اکثر ائمہ اجتہاد کے تین طریقوں کے علاوہ کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔[27] علامہ تقی الحکیم نے لکھا ہے: **تفرقته بین طریقة الاجتهاد البیانی و الطریقیتین الأخریین۔ باعتبار الاولیٰ بیاناً للأحکام الشریعة، والثانیة والثالثة وضعا لها، مع أن لازم ذلك اعتبار المجتهد مشرعاً وهو خروج علی اجماع المسلمین بالاضافة الی مناقضته لنفسه حین اعتبرها جمیعاً من الکواشف عن الاحکام الشریعة۔**[28]

اجتہاد بیانی اور اجتہاد کے دونوں طریقوں کے درمیان فرق اس طرح ہے کہ ایک اعتبار سے یہ احکام شرعی کا بیان ہے، دوسرے اور تیسرے اعتبار سے اس کو احکامِ شریعہ بیان کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شرعی مجتہد کا ہونا لازمی ہے، کیونکہ بذات خود تناقض واقعہ ہونے کی وجہ سے اجماع مسلمین کے متعلق ہے، کیونکہ تمام مسلمین نے احکام شریعہ سے مسائل اخذ کرنے کا اعتبار کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علامہ تقی الحکیم نے طریق اجتہاد کی

---

[24] اصول الکافی، 1: 56۔

[25] الشیخ مظفر، اصول الفقہ، 2: 64۔

[26] الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن ، 1: 225۔

[27] مصادر التشریع الاسلامی، 109، 110۔

[28] الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن ، 2: 337، 338۔

دو اقسام بیان کی ہیں: الاجتہاد العقلی، الاجتہاد الشرعی۔ان کے مطابق اجتہاد عقلی سے ہماری مراد وہ اجتہاد ہے جو محض عقلی مصادر سے ثابت شدہ دلائل کے طریق پر ہو اور یہ شرعی دلائل کے مقابل نہ ہو۔ اور اس قسم کو وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن سے علم وجدانی کا فائدہ حاصل ہو۔ جیسے ضرب الامثال کے قواعد جیسے لزوم دفع الضرر المتحمل یا شغل الذمۃ الیقینی ستدعی فراغاً یا قبح العقاب بلا بیان وغیرہ۔اجتہاد شرعی کے بارے انھوں نے لکھا ہے:

> اس سے مراد ہر وہ چیز جو سابقہ شرعی دلائل کی بنا پر ہو اس کو اجتہاد شرعی کہا جائے گا۔ اس قسم میں استصلاح۔ استحسان، عرف، قیاس، اجماع وغیرہ سب شامل ہیں۔ جیسے علمی اصول اور دلائل کی مباحث جو کہ حکم شرعی سے مستنبط ہوتے ہیں یا بصورت دیگر شارع کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے۔[29]

3۔ فقہ جعفریہ میں تجزء الاجتہاد

علامہ تقی الدین تجزء الاجتہاد کے حوالہ سے لکھتے ہیں: **ولیس الاجتهاد عندی منصبا لا یتجزا بل یجوز ان یقال للعالم بمنصب الاجتهاد فی بعض الاحکام دون بعض۔**[30] " میرے نزدیک اجتہاد کوئی ایسا کام نہیں جس کی تجزی نہ ہو سکتی ہو جو عالم منصب شرعی امر پر فائز ہے اس کے بارے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بعض احکام میں اجتہاد کر سکتا ہے اور بعض میں نہیں۔" اگر کوئی غیر قیاسی مسائل میں فتویٰ دیتا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ علم حدیث میں بھی ماہر ہو۔ اگر کوئی فقہی اصول فرائض کو جانتا ہے، تو یہ ضروری نہیں ہے کہ تحریم مسکرات اور مسئلہ نکاح بلا ولی کے مسائل میں استعداد رکھتا ہو۔ اس لئے بعض ائمہ نے تجزء الاجتہاد کے عدم امکان کا قول بھی کیا ہے، اور بعض نے اس کے ملکہ اور استنباط کی وجہ سے تجزی کے امکان کا انکار کیا ہے۔ مصباح الاصول میں ہے: **ولعل وجهة نظرالقائلین بعدم امکان التجزی هو اخذهم الملکة اوالاستنباط فی تعریفه والتزامهم بساطتهما وعدم امکان التجزئة فیها۔**[31]

جعفریہ اور احناف کی تعریف میں اختلاف

جعفریہ کی طرف منسوب تعریف اور بقیہ تمام تعریفات میں جوہری فرق یہ ہے کہ مقدم الذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد ایک ملکہ ہے نہ کہ عمل، جبکہ موخرالذکر سے لازم آتا ہے کہ اجتہاد ایک عمل کا نام ہے۔ اس فرق کا اثر یہ ہوگا کہ مقدم الذکر گروہ کے نزدیک اجتہاد میں تجزی نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ وہ ایک ملکہ ہے۔ ملکہ قابل تجزی

---

[29] الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن ،2: 239۔

[30] الحکیم، اصول العامۃ للفقہ المقارن ،2: 248۔

[31] مصباح الاصول، 3: 441۔

نہیں ہوتا جبکہ موخرالذکر گروہ کے نزدیک یہ عمل ہے اور عمل میں تجزی ہو سکتی ہے۔[32] احناف کی تعریف میں بعض میں تعیم ہے اور بعض میں تخصیص ہے۔ان تعریفات میں تعیم اور تخصیص دو طرح سے ہے: اول یہ کہ کن احکام میں اجتہاد ہوگا؟ کیا صرف شرعی فرعی احکام میں اجتہاد ہوگا یا ہر طرح کے احکام مجال اجتہاد ہیں؟ابو بکر جصاص کی تعریف میں مجتہد فیہ احکام میں تخصیص نہیں ہے، جب کہ امام نسفی کی تعریف میں حکم شرعی کی تخصیص ہے۔اہل تشیع کی تعریف میں بھی احکام شریعہ کی تخصیص ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اصطلاحی اجتہاد صرف فروعی کلی احکام میں ہوگا۔دوسری تعیم اس طرح ہے کہ اجتہاد کے ذریعے سے حکم شرعی میں ظنیت یا علم بمعنی قطعیت کا حصول ضروری ہے کہ لفظ کی دلالت اپنے معنی پر قطعی ہے یا ظنی؟ اگر ظنی ہے تو پھر اس میں اجتہاد بھی ہوتا ہے اور علما کے اختلاف کی بھی گنجایش ہے۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ جب لفظ اپنے مدلول پر قطعی دلالت کرتا ہے تو اس میں اجتہاد جائز نہیں اور اگر ظنی دلالت کرتا ہے، تو وہ ظنی ہوتا ہے اور اس میں اجتہاد کی گنجایش ہے۔ لہٰذا ائمہ احناف کی تعریفات میں جہاں احکامِ الشریعہ مطلق آیا ہے وہاں عموم ہے جبکہ بعض تعریفات میں تخصیص ہے۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ بعض احکام شریعہ میں قطعیت مطلوب ہوتی ہے جبکہ بعض میں ظنیت، اس لئے مطلق رکھنے میں دونوں شامل ہوجاتے ہیں جبکہ ایک کا ذکر کرنے سے دوسرا تعریف میں داخل نہیں ہوتا۔علماے جعفریہ میں سے علامہ تقی الحکیم کہتے ہیں کہ ظن کے لفظ کے ساتھ کی گئی تعریفات جامع نہیں ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ ان تعریفات پر لفظ ظن محدود کرنے کی وجہ سے اعتراض وارد ہوتا ہے، کیونکہ ظن کی وجہ سے یہ تعریفات جامع اور مانع نہیں رہتیں کیونکہ اگر ظن سے شرعی یا عقلی اعتبار سے خصوصی دلیل مراد لی جائے، تو پھر بھی یہ تعریفات غیر جامع ہوں گی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ 1۔**لخروج العلم بالاحکام عنها لبداهة انها ليست بظن۔**" اس تعریف سے علم بالاحکام خارج ہوجاتا ہے کیونکہ وہ ظنی نہیں ہوتا۔"2۔ **وخروج مالم يفد الظن مما قام عليه دليل بالخصوص۔**[33] اور جو حکم کسی خاص دلیل پر قائم ہو وہ بھی ظن کی وجہ سے خارج ہوجاتا ہے۔"

امام خمینی کے نزدیک اساسی اور جوہری شرائط میں اتفاق ہے، جب کہ دو ثانوی شرائط میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ان کے مطابق :الانس بالمحاورات العرفيه وفهم الموضوعات العرفيه۔معرفة المنطق۔ العلم بمواضع الخلاف والاجماع۔ عرف میں جو محاورات استعمال ہوتے ہیں ان کا جاننا مجتہد کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح عرف کے موضوعات کا جاننا بھی مجتہد کے لئے ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ منطق کے علوم کا بھی ماہر ہو۔خلافیات اور اجماع کے مقامات کو جاننا بھی مجتہد کے لئے ضروری ہے۔[34]

---

[32] اجتہاد فی الاسلام، 23۔

[33] الحکیم، الاصول العامہ، 2: 230۔

[34] i۔ الرسائل للخمینی، 2: 96۔

مناہج اجتہاد میں مشترک پہلو

فقہ حنفی اور فقہ جعفری کے منہج اجتہاد میں کچھ مشترک پہلو بھی موجود ہیں جیسے ان کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے حجت ہے، اور یہ کہ قانون سازی کا یہ سب سے پہلا ماخذ ہے ۔قرآن کے ساتھ ساتھ سنت کے حجت ہونے میں بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے: **ان الکتاب والسنة هما الركان المعتمد عليهما عندالامامية كغيرهم من المسلمين۔**[35] دوسرے مسلمانوں کی طرح امامیہ کے نزدیک بھی کتاب اور سنت دونوں اجتہاد کے معتمد ذرائع میں سے ہیں۔کتاب الکافی میں الرد الی الکتاب والسنۃ کے تحت سنت کے بارے میں لکھا ہے: **مامن شئی من الحلال والحرام و جميع ما يحتاج الناس اليه الا وقد جاء فيه كتاب او سنة.** 36 "حلال و حرام میں سے کوئی بھی شے ایسی نہیں ہے اور وہ تمام امور جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے وہ کتاب اور سنت میں بیان نہ کی گئی ہو۔" اس کے علاوہ اسی کتاب کے باب اخذ بالسنۃ و شواہد الکتاب میں بھی اسی چیز کو واضح کیا گیا ہے۔امام خمینی نے لکھا ہے کہ اجتہاد کی شرائط کے لحاظ سے احناف اور شیعہ امامیہ میں جن امور میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں: کتاب و سنت کی معرفت، عربی زبان کے فنون کا جاننا، اصول فقہ کا جاننا۔[37]

خلاصہ بحث

تمام فقہا کرام خواہ اہل سنت حنفی ہوں یا اہل تشیع جعفری سب کے نزدیک فقہ کا بنیادی ماخذ قرآن ہے۔اسی طرح سنت رسول کے دوسرا ماخذِ شریعت ہونے میں بھی دونوں مسالک کے فقہاے کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔اجماع کے حوالے سے بھی دونوں مذاہب کے فقہاے کرام متفق ہیں، البتہ احناف کے نزدیک چوتھا ماخذ قیاس ہے، جب کہ جعفریہ کے ہاں عقل کو چوتھا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر قیاس اور عقل ایک ہی چیز ہے۔اس طرح دونوں مذاہبِ فقہ میں مشترک پہلو غالب ہیں۔جب قرآن، سنت اور اجماع سے کسی شرعی مسئلے کا شرعی حل میسر نہ ہو تو پھر اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے، اس بات سے اس امر کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک جامد مذہب نہیں، عصری تقاضوں کے مطابق عوام کی شرعی ضروریات کو شرائط و ضوابط کے ساتھ اسلام کے وہ ائمہ جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوں، ہمیشہ حل کر سکتے ہیں۔

---

[35] واعظ زادہ الخراسانی، الاجتہاد عند الشیعۃ الامامیۃ الاجتہاد والتجدید، 1: 152۔

[36] اصول الکافی، 10: 110۔

[37] امام خمینی، رسائل، 2: 97، 98؛ ابوزہرۃ، اصول الفقہ (القاہرۃ: دار الفکر العربی، 2005ء)، 380۔